حقیقت شہادت

مصور فطرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی

غم والم کا زمانہ آ گیا۔ آنکھیں رونا چاہتی ہیں۔ دل تڑپنے کو آمادہ ہے آنسو پلک و رخسار پر بہنے کے لئے ساز وسامان درست کرر ہے ہیں۔

محرم الحرام کا چاند دکھائی دیتے ہی ایشیا کے اکثر حصے میں شہادت سیدنا امام حسینؑ علیہ السلام کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں کے سب فرقے اپنے اپنے دستور کے مطابق اس غمگین یاد میں حصہ لیتے ہیں اور ہندوستان میں تو کروڑوں غیر مسلم آدمی غم حسینؑ میں ماتم کی صفیں آراستہ کرتے ہیں۔ کوئی مرثیہ خوانی کرتا ہے۔ کوئی یوں ہی عالم خیال میں حضرت امام حسینؑ کی تکالیف کا دھیان کرکے دو آنسو بہاتا ہے لہذا ہم شہادت کے فلسفے پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں تاکہ محرم کے حسب حال ہو اور مسلمانوں کو اس پر غور کرنے کا شوق پیدا ہو۔

شہادت کیا چیز ہے؟

اصطلاح میں شہادت ایک قسم کی قربانی کو کہتے ہیں جو مذہبی یا ملکی یا معاشرتی امور کی حمایت میں ظاہر ہو یعنی اگر کوئی شخص مذہب یا ملک یا رسم و رواج کی حفاظت میں جان دے دے تو اس کو شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسلام نے ظاہر ہو کر جو زبردست اور زلزلہ انگیز چیز پیدا کی وہ شہادت کا عقیدہ تھا ہر شخص جس نے اپنے سروں کو اسلام کے آگے جھکا دیا تھا اپنے وجود کو شہادت کی قربان گاہ میں فنا کردینے کا متمنی اور طلبگار نظر آتا تھا۔ مسلمانوں کو یقین کامل تھا کہ ایک وجود کی فنا، دوسرے وجود کی بقا کے لئے لازمی ہے جب یہ اجسام اسلام پر نثار اور فدا نہ کریں گے جسد اسلام مستحکم کائنات نہیں بن سکتا، لہذا ان کے بچوں بوڑھوں اور عورتوں تک میں شوق شہادت کا جذبہ موجیں مارا کرتا تھا۔ بارہا دیکھا گیا کہ ان کو ہولناک میدانوں میں جہاں بڑے بڑے شیروں، جوانمردوں کا کلیجہ کانپ جاتا ہے وہاں مسلمانوں کی خانہ نشین نازک کلائیوں والی عورتیں دلیری و بیباکی سے تلوار چلاتی تھیں، انسانی خون کے رنگ کی مہندی لگاتی تھیں خاک وخون سے لتھڑے ہوئے کپڑے ان پر اطلسی حریری لباس کا لطف دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تکبیروں کے نعرے مارتی ہوئی برچھیوں اور تلواروں کی نوکوں سے رزم گاہ کو درہم برہم کرڈالتی ہیں۔

یہ ذوق شہادت جس گھرانے (آل محمدؐ) کا عطیہ تھا خدائے تعالیٰ نے اسی خاندان کو نمونہ بنا کر دکھایا جس سے شہادت کی اصلی شان نظر آ گئی۔ مگر ہم پہلے بتانا چاہتے ہیں کہ اس کائنات ہستی میں آ کر اشیاء کا ظہور دوسری اشیاء کی شہادت یعنی فنا سے ہوتا ہے۔

شہادت دوسرے کے فائدے کے واسطے اپنا وجود فنا کردینے کا نام ہے (یعنی اپنے سے بڑی شئے پر اپنے وجود کو قربان کردیا جائے) اور یہ ایسی چیز ہے جس کی تمام موجودات میں ضرورت ہے جو شخص اس ضرورت سے انکار کرے وہ گویا تمام بدیہات سے انکار کرتا ہے اور اس کو بصارت وبصیرت سے محروم سمجھنا چاہئے۔

شہادت خوشی کی چیز ہے یا غم کی؟

اب یہاں ایک نہایت باریک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شہادت کارخانۂ عالم میں ایسی مفید وضروری شئے ہے تو اس کے سبب ماتم کیوں کیا جاتا ہے؟ غمگینی اور افسوس کو اس سے کیا تعلق؟ آہ وبکا کا اس سے کیا سروکار؟ مگر یہ کچھ ایسی پیچیدہ بات نہیں ہے جس کا جواب نہ ہو۔ جو چیز شہید ہورہی ہے اس کو تو اپنی موت کا کچھ افسوس اور غم نہیں ہوتا اور بے پروائی اور اطمینان سے اپنی ہستی مٹانے کو آمادہ ہوئی ہے مگر غیروں کے دل پر اس کی چوٹ لگنا فطری امر ہے بشرطیکہ ان دلوں میں آدمیت کی حس اور درد شناسی کا مادہ بھی ہو پروانہ شمع کی شہادت اگر نہ دیکھ سکے اور بے چین ہوکر در ودیوار سے ٹکرائے تو شمع اور نفس شہادت پر کوئی الزام قائم نہیں ہوسکتا یہ تو بہت بڑی خودغرضی ہے کہ جس نے ہمارے فائدے کے لئے اپنی جان دے دی اس کا رنج بھی ہم نہ کریں۔

شہادت حضرت امامؑ کے جس قدر واقعات شعراء نے لکھے ہیں اور ان شہیدوںؑ کی بے سروسامانی اور مایوسی کی تصویریں کھینچی ہیں یا ان کے اہلبیتؑ کی بیقراری ونالہ وزاری کے نقشے ہیں یہ سب ہمارے غم کو استوار اور اثر دار کرنے کے لئے ہے۔

ہمارے عقیدے میں اس وقت خیمۂ امامؑ کی یہ تصویر تھی۔ ظہر کا وقت، صحرائے عرب کی تپش خیمے کی قناتوں سے آگ کی لپٹیں آرہی ہیں۔ پانی کو بند ہوئے تیسرا دن ہے حضرت امامؑ مستورات کے خیمے میں تشریف لے گئے دیکھا سب کے چہروں پر بھوک پیاس کی شدت سے ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ ہونٹ خشک ہیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت امامؑ بشر تھے جوان جوان بچوں کا سامنے کٹ جانا، ننھے ننھے بچوں کا بھوک پیاس سے بلکنا، اور اس پر یہ خیال کہ میرے بعد میرے ناموس کا کیا حال ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ بنی ہاشم اور رسولؐ کے گھر کی مستوراتؑ کے ساتھ دشمن ناروا بے عنوانی کریں۔ الغرض بال بچوں کی ہمراہی بھی ایک بڑا امتحان تھا۔ جس نے حضرت کی شہادت میں خاص خصوصیت پیدا کردی تھی۔

بھوک پیاس میں بہت آدمی شہید ہوئے ہوں گے مگر جو کیفیت حضرت امامؑ اور آپ کے خاندان کی تھی وہ کسی کو پیش نہیں آئی۔ پورے تین شب وروز بھوکا پیاسا رہنا، گرمی کا موسم، عرب کی گرمی، چاروں طرف سے تکلیف کے اسباب گھیرے ہوئے تھے۔ پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ بچوں کی زبانیں پیاس کے مارے نکلی پڑیں تھیں۔ اور حضرت امامؑ آنکھوں سے یہ دیکھتے تھے۔

امریکہ کے ایک تشریح داں ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ جب انسان ۷۲ گھنٹے پیاسا رہتا ہے تو اس کے ہر رونگ میں ایسی تکلیف ہوتی ہے گویا ایک انچ زخم پڑ گیا ہے پس حضرت امامؑ اور آپ کے فدائی ۷۲ گھنٹے کامل پیاسے رہ کر جب برچھی وتلوار کے زخم کھاتے ہوں گے تو ظاہر ہے کیسی تکلیف ہوتی ہوگی ایسی دردناک تکالیف کو برداشت کرنا اور امر حق سے قدم نہ ہٹانا شہادت کی اعلیٰ خصوصیت ہے۔ سارا کنبہ آنکھوں کے سامنے کٹ گیا، سوائے ایک طفل بیمار کے کوئی باقی نہ رہا جس سے بقائے نسل کی امید ہو اس پر بھی قول حق کی حمایت کرنا اور مرنے کو تیار ہوجانا مخصوص شہادت کا ثبوت ہے۔

آخر وقت تک اپنے اشغال وقواعد کو جاری رکھنا اور مصیبت سے حواس باختہ نہ ہونا بھی خصوصیات امامؑ ہے۔ حد ہے کہ کٹتے کٹتے نماز پڑھی اور سجدہ ناغہ نہ کیا۔

(ماخوذ از ماہنامہ مدینۃ العلم لکھنؤ سید الشہدا نمبر سنہ ۱۴۰۳ھ)

غمِ حسینؑ

خدا کی شان خدائی کی شان باقی ہے
حسینؑ! ذکر سے تیرے جہان باقی ہے
تمام درد زمانے کے بھول جاتے ہیں
کہ تیری درد بھری داستان باقی ہے

شاعرِ حسینیت سید محمد اطہر زائر سیتاپوری